

شہر نمبر ۱۶  
منہبہ یوم خواتین ۱۴۲۱ھ

## مسلمان عورت

کیوں پر وہ کہتی ہے؟

از

ڈاکٹر سید جواد مصطفوی

ترجمہ و نگارش

سید سعید حیدر زیدی

ناشر

دانش کا ہ علوم اسلامی

محمدی ڈپرہ ————— لیسر ————— کراچی

## حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا

”فاطمہ میرا پارہ تن ہے، میری آنکھوں کا نور ہے، میرا میوہ دل ہے،  
میری روح ہے جو میرے پہلو میں ہے اور فاطمہ انسان صفت حور ہے۔“

(ریاحین الشریعہ ج ۱ ص ۲۱)



”جس نے اسے انت دی اس نے مجھے انت دی  
جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا  
جس نے اس کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا  
جس نے اس کو رنجیدہ کیا اس نے مجھے رنجیدہ کیا۔“

(تفقی علیہ)

یومِ خواتین  
یومِ ولادتِ حضرت فاطمۃ الزہرہ اسلام اللہ علیہا  
کی مناسبت سے طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مسلمان عورت کیوں پرده کرتی ہے؟

مسلمان عورت کے پاس پانچ ایسے اصول اور اعتقادی بنیادیں ہیں جن کی رو سے وہ پرده کرتی ہے اور مردوں کی نسبت اپنے جسم کا زیادہ حصہ ڈھانپنا ضروری سمجھتی ہے۔ یہ پانچ اصول حسب ذیل ہیں۔

### پہلا اصول : عقیدہ کا تقاضا

ہر انسان کو صرف ایک مرتبہ اس دنیا میں آنے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ ایک مرتبہ اس دنیا میں آئے، اسے جانچے، پر کھے، اس کی آزمائش کرے اور پھر دوسری مرتبہ آکر ان تجربات کی بنیاد پر زندگی بس رکرے۔ نیز ہر انسان فطرت کا ناتات میں موجود اشیاء سے ربط و ضبط کے بغیر یہاں رہ بھی نہیں سکتا۔ موجودات کا ناتات سے انسان کا یہ ارتباط دو طرح کا ہوتا ہے ایک دائم، ہمیشہ رہنے والا اور بلا واسطہ و مستقیم جیسے اس کے اعضاء بدن اور ذہن میں موجود خیالات و افکار وغیرہ اور دوسرے عارضی، وقتی اور بالواسطہ وغیرہ مستقیم جیسے والدین اور افراد خانہ سے ربط و تعلق، افراد ملت، حکومت وغیرہ سے ارتباط۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان رو ایسے بھرپور فائدہ اٹھائے، ایک کامیاب زندگی بس کرے اور کسی قسم کا خسارہ اور نقصان برداشت نہ کرے۔ انسان چاہتا ہے کہ اس کے دانت آخر عمر تک سالم اور بے داغ رہیں اور جوانی ہی میں نکلو اکر مصنوعی دانتوں کا سارا انہ لینا پڑے، اس کی آنکھیں عمر کے آخری لمحات تک بینا اور روشن رہیں، نشہ اور اشیاء کے استعمال یا

شہوات کی زیادتی کی وجہ سے ان سے جوانی ہی میں ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے والدین اسے ہمیشہ عزیز رکھیں۔ مادر ان کی شفقتوں کے ساتے میں زندگی بسرا کرے، وہ کبھی اس پر نفرت و غصہ کی نگاہ نہ ڈالیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ انسان اپنی پوری عمر کا میا ب اور خوش و خرم گزارنے کا آرزو مند ہوتا ہے۔

دوسری طرف انسانی عقل اس قدر کامل اور کافی نہیں کہ اس کے سامنے حق و باطل اور معقول و نامعقول کو واضح کر سکے اور زندگی کی پر چیز و خم را ہوں میں سے ان را ہوں کی نشاندہی کر سکے جو اسے خوب سعادت سے ہمکنار کرنے والی یا اخطرات و زوال تک پہنچانے والی ہیں۔ عقل کا یہی ناکافی پن ہے جس کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی غیر معمولی فہم و شعور رکھنے والوں کے مابین بھی تمام سماجی، سیاسی، اخلاقی، عقیدتی، فلسفی اور انتہا تو یہ ہے کہ سامنے مسائل تک میں اختلافِ نظر پایا جاتا ہے۔

گزشتہ تاریخ میں بھی علماء و دانشوروں مختلف و متفاوت افکار و عقائد کے حامل تھے اور عصرِ حاضر کے صاحبین علم و حکمت بھی نہ صرف یہ کہ راضی کے ان اختلافات کی بنیاد پر بٹے ہوئے ہیں بلکہ ایسے جدید خیالات و افکار کا بھی اظہار کرتے ہیں جن میں سے اکثر اختلاف اور تعدد و آراء کا موجب ہیں۔ نیز یہ دانشور اور دوسرے تمام لوگ بھی خود اپنی ذات اور کائنات سے مروط امور میں غلطیوں کے مرٹکب ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کبھی یہ غلطیاں کم ہوتی ہیں اور کبھی زیادہ۔ بالآخر ان میں سے ہر فرد کا دفترِ حیات سیاہ و ذلت باریا درخشاں و اختر آفرین اور اق کے ساتھ بند ہو جاتا ہے، یہ دنیا سے سدھار جاتے ہیں اور دوسرے افراد کی زندگیوں کے نئے دفترِ کھلتے ہیں اور وہ کائنات میں قدم رکھتے ہیں۔

مسلمان عورت بلکہ ہر مسلمان کی یہ آواز ہے کہ۔

”میں زندگی کی اس پر چیز و خم اور جگہ جگہ منہ کھولے کھڑی کھائیوں سے بھرپور رہ گزر سے فلاح و کامیابی تک پہنچنے کے لئے رہنمائی اور رہبری کے لئے خالق کائنات، مالک جن و انس کا محتاج ہوں اور انس اپنے لئے بترین دلیل و رہنماء کے بطور منتخب کرتا ہوں اور اس کے ان احکام و فرائیں کی پیروی کرتا ہوں جو اس

نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے انبیاء اور کتب کے ذریعہ نازل فرمائے ہیں۔

میری عقل کہتی ہے کہ جو کوئی کسی کارخانہ، مشین یا کسی نظام کو استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ اس چیز کے تخلیق کار اور بنانے والے سے اس بارے میں رہنمائی حاصل کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں معمولی سے معمولی مشین کے ساتھ بھی ایک ہدایت نامہ موجود ہوتا ہے۔“

اللہ ارسلان عورت کہتی ہے کہ۔

”لباس کی وضع قطع میری زندگی سے مردود ہزار ہامسائل میں سے ایک ہے جس کے دو ایک نہیں بلکہ کئی پہلو ہیں اور ظاہر ہے کہ میں اپنی عقل و اور اک کے ذریعہ اس بارے میں صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ میں اس مسئلہ میں بھی اپنے مریان خالق اور اپنی فکر و احساس اور فطرت کے صانع پروردگار سے رجوع کرتی ہوں جو اس بارے میں صریح الفاظ اور برہان و استدلال کے ساتھ واعظانہ انداز میں کھاتا ہے۔“

”اور مومنات سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچار کھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں علاوہ اس کے جواز خود ظاہر ہے اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبان پر رکھیں اور اپنی زینت کو اپنے شوہر، باپ و دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنی اولاد اور اپنے شوہر کی اولاد، اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد اور اپنی عورتوں اور اپنے غلام اور کنیزوں اور ایسے تابع افراد جن میں عورت کی طرف کوئی خواہش نہیں رہ گئی ہے اور وہ پچھے جو عورتوں کے پرده کی بات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ہیں ان کے علاوہ کسی پر ظاہرنہ کریں اور خبردار اپنے پاؤں پٹک کرنہ چلیں کہ جس زینت کو چھپائے ہوئے ہیں اس کا اظہار ہو جائے اور صاحبانِ ایمان تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہو کہ شاید اسی طرح تمہیں فلاح و نجات حاصل ہو جائے۔“

مسلمان عورت کرتی ہے کہ۔

”میرے مربان خالق نے خاندان کی تخلیل اور اس کے ذریعہ نسل انسانی کی بقا کے واسطے دو مخالف جنسوں کو خلق کیا ہے اور اس مقصد کے لئے ہم دونوں کی سرگردیوں کے مطابق ہمیں جسمانی ساخت عطا کی ہے۔ رحم و بطن جو ۹ ماہ تک جنسن کا گھر ہے اور پستان جو دو سال تک نومولود کو مزیدار اور اس کی جسمانی ضروریات کے مطابق نہ فراہم کرتے ہیں مجھے بخشنے ہیں۔ مرد کو نہیں۔ اس مصلحت کے پیش نظر جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں میرے چہرہ کو نرم و نازک اور بالوں سے ماری صاف و شفاف بنایا ہے اور مرد کے چہرہ کو نرم و اطیف بال عنایت کئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بالیمان مرد اپنے خالق کی حکمت کی تصدیق کرتے ہوئے ان بالوں کا یک نمونہ (داڑھی کی صورت میں) ہمیشہ اپنے چہہ پر باقی رکھتے ہیں۔“

علاوہ ازاں تمام حیوانات میں نرم و مادہ اور نرم انسانوں میں مرد و زن کی خلقت اس کے باقی میں ہے۔ وہی ہے جو مرد کے ہوئیات منویہ (Sperma Tozoa) اور عورت کے تاریک رحم میں موجود بیضوی نلیوں (Egg Cell) یا (Ovum) کی جو نریا مادہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں دیقق اور خاص حساب کتاب سے صورت گری کرتا ہے۔

حیوانات کی تمام انواع اور سب انسانوں میں حتیٰ در دراز اور پھوٹ پھوٹ دیہاتوں تک میں رہنے والوں میں بھی ہمیشہ آوھے نر اور آوھی مادائیں پیدا کرتا ہے اگر وہ صرف ایک سال صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا کر دے تو صورت حال یہ ہو جائے کہ ۲۰ لڑکیوں سے شادی کے واسطے ایک مرد ہو گا اور اس عدم توازن کی بنا پر لڑکیاں بے حیثیت ہو جائیں۔ یا اگر اس کے بر عکس ہو جائے اور مرد معقول حد سے کم پیدا ہوں تو لڑکیوں کی کمیابی کی وجہ سے ایک طرف تو معاشرہ افراتفری اور بد نظمی کا شکار ہو جائے اور دوسری طرف لڑکیوں کو بھی انحطاط و سریشانی کا

سامنا کرنا پڑے۔ یا پھر یہ ہو کہ ایک ایک لڑکی بیس بیس خاندان چلائے اور ظاہر ہے ایک عورت ایسی خفت آمیز زندگی پر موت کو ترجیح دے گی۔  
مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

خداوندِ رحیم و مربیان اور علیم و حکیم خالق کائنات جس نے امور دنیا کو ایسی باریکی اور گمراہی سے منظم کیا ہے، انتہائی خوش اسلوبی سے انہیں چلا رہا ہے، جس نے اس قدر مکرم اصولوں پر قوانینِ کائنات وضع کئے ہیں اس کے فرائیں و احکام سے سرتالی میرے لئے کسی صورتِ روانیں اور جائز نہیں کہ میں دائیں بائیں کی انحرافی راہوں کی جانبِ رجحان پیدا کروں۔

## دوسرے اصول : خاندان کی حفاظت

خاندان انسانی سماج کا بنیادی ستون ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کو حیوانات سے ممتاز بھی کرتا ہے۔ انسان اگر حیوانی زندگی کی سرحد کو عبور کر کے انسانی حیات برکرنے کا خواہشمند ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ ایک خاندان تشكیل دے۔ اس کی زندگی، اپنے بیوی بچوں، پوتوں نوادوں، بھوؤں دامادوں کے ساتھ بسر ہو۔ وہ اس سے الفت وچاہت کا اظہار کریں اور یہ خود اپنی عز کا ایک حصہ اُن پر مہر و محبت پنجاہور کرے اور بقیا عمر اُن کی محبتوں کے اظہار سے آسودگی حاصل کرے۔ انسان کی آرزو ہوتی ہے کہ احتصار کے وقت اور جانکنی کے عالم میں عزیز و اقربا اس کے گرد جمع ہوں اور ایسے عالم میں جب وہ اس کے فرق کے تصور سے نالہ و فنگاں بلند کر رہے ہوں وہ انہیں تلقین کرے، ہدایات دے، وہ خواہشمند ہوتا ہے کہ اسے عزت و احترام کے ساتھ پرِ خاک کیا جائے اور اس کے پچھے موت کے بعد اسے یاد رکھیں، اس کا نام سن کر، اس کی تصوری دیکھ کر فخر و ناز کا احساس کریں۔ اس کے بر عکس حیوانی زندگی میں یہ خصوصیات نہیں ہوتیں۔

خاندان کی تشكیل کی مذکورہ صورت تو وہ ہے جسے انسانی عقل و فطرت بھی قبول کرتی ہے اور دین بھی اس کی تائید و تاکید کرتا ہے۔ لیکن اس حوالہ سے ایک اور نظریہ بھی پیش کیا گیا

ہے جس میں خاندانی نظام کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس خیال کو تقریباً چار ہزار سال قبل افلاطون نے پیش کیا اور عصر حاضر میں ایک مختصر عرصہ کے لئے کیونزم نے اس کی تائید کی۔

اس نظریہ کو پیش کرنے والے کہتے ہیں کہ انسانوں کو بھی جانوروں اور چوپایوں کی مانند مشترک طور پر افزائش نسل کرنی چاہئے اور ان کے بچوں کی بھی ایک ساتھ پرورش گاہوں میں نشوونما ہونی چاہئے۔ نہ کوئی ماں باپ اپنے بچوں کو شناخت کر سکیں اور نہ بچے اپنے والدین کو پہچانیں۔ تاکہ ان میں صریح محبت کا کوئی رشتہ قائم نہ ہو سکے۔ لڑکے ان تربیت گاہوں میں پل بڑھ کر حکومت کے پیاری اور مزدور بینیں اور لڑکیاں ایک عرصہ تک تو ان مشاغل میں صرفوف رہیں جن کا حکومت ان کے لئے تعین کرے اور پھر بچے جنے کا کام کریں اور مرد بالکل جانوروں کی مانند چند لمحات ان کے ساتھ گزاریں۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ نظریہ راجح ہو جائے تو حکومت کے خلاف کسی کو سراہانے کی مجال نہ ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں حکومت کے پاس ان پرورش گاہوں سے حاصل ہونے والی ایسی جذبات سے عاری اور شقی القلب ساہ ہوں گی جو کی کاپس و لحاظ نہ کریں گی اور کیونکہ ان کے افراد معاشرہ کے درمیان اپنائیت اور صریح الفت کا کوئی رشتہ نہ ہو گا اس لئے وہ انتہائی بے رحمی سے ان کی سرکوبی کریں گی اور مملکت کا نظم و نسق دوبارہ سے بحال ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ انسانی فطرت و سرشناسی کے سراسر منافی ہے اور جب تک لوگوں کا شعور و وجد ان بیدار ہے اس نظریہ کا عملی ہونا ناممکن ہے۔

بنابر ایں خاندان کی تشكیل کے لازم ہونے اور افراد خانہ کے درمیان الفت و محبت کے اٹھ بندھن کی بنابر مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

”میں جو خاندانی روابط میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہوں۔ انہیں کنٹروں

لے جہاں تک مجھے یاد ہے افلاطون ”خاندان کے خاتمے“ کو صرف فوجیوں کے حصول کے لئے قبول کرتا تھا لیکن کیونزم اس نظریہ کو پورے معاشرہ پر راجح کرنے کا قابل تھا۔

کرنے والی اور انہیں تنظیم دینے والی ہوں لہذا خاندانی نظام میں میری اس اہمیت کا تقاضا ہے کہ میں اپنی پوری عمر اپنے افکار، خواہشات، احسانات، جذبات اور تمام ظاہری و باطنی قوتوں کو اپنے ہمسرا اور پیارے بچوں کی خدمت لے لئے وقف کروں اور ایک دلیقہ و لمحہ کے لئے بھی اس راہ سے انحراف نہ کروں اور کسی اور بارے میں سوچوں بھی نہیں۔

مجھے اتنا بھی گوارا نہیں کہ کسی بے کار اور بے شرم مرد کے تقاضے کا "نہ" کی صورت میں جواب دے کر ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی فکر کو اپنے شوہر، بچوں اور پسکون گھر پیوندگی سے ہٹاؤ۔ لہذا میں اپنے اس عقیدہ اور فکر کے بر ملا اظہار کے لئے اپنے وہود کو چادر سے ڈھانپتی ہوں تاکہ مجھے دیکھنے والا ہر مرد میرے اس عقیدہ کو جان لے اور مجھ سے کوئی فضول توقع نہ رکھے۔"

### تیرا اصول : خواہشات پر کنٹرول

تمام لڑکے اور لڑکیاں عمر کے ایک خاص حصہ میں ہے سن بلوغ کا نام دیا گیا ہے جس سے مخالف کی جانب ایک خاص قسم کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ جو ایک قسم کی فطری حس ہے جو ان کے باطن سے اٹھتی ہے۔ یہ کشش مصنوعی اور غیر حقیقی نہیں اس کے اظہار میں دھوکہ و ریا کاری کا داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ تصنیع و بناؤ اور کسی کی تقلید کا نتیجہ ہوتی ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کا ہر روز ہزار ہا مکانوں، دکانوں، شور و مز، ہنر کدوں اور طرح طرح کے نظاروں کے سامنے سے گزر رہتا ہے۔ ہزار ہا انسان اور طرح طرح کی چیزیں ان کی نظروں کے سامنے سے گزرتی ہیں لیکن یہ ان پر محض ایک اچھتی ہوئی نظر ڈال کر گزر جاتے ہیں۔ اور اگر اس دوران ان کا ذہن گوشت و سبزی کی خریداری میں مشغول ہو یا ریاضی کے کسی مسئلہ کے حل میں مصروف ہو، یا کپڑوں کی سلائی یا کوئی نئی غذا بنانے کے بارے میں سوچ رہا ہو تو بھی یہ نظارے ان کی سوچ میں محل نہیں ہوتے۔ لیکن ہاں اگر درمیان راہ میں کسی گل فروش کی دکان آجائے جہاں طرح طرح کے گلڈستے بجے رکھے ہوں تو وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھہر کر شوق و

رغبت سے انہیں دیکھتے ہیں اور یوں خواہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سی ان کی سوچ کا دہارا منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن جسی مخالف پر نظر پڑنے کی صورت میں ان کی سوچ میں انتہائی شدید یہجان بپا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پھولوں کی خوبیوں اور خوشنما رنگ انہیں ایک خاص عرصہ تک بھلے معلوم دیتے ہیں اور اس وقت تک ان کے دل کو بھاتے ہیں جب تک خوبیوں اور تروتازہ ہوں لیکن جوں ہی ان کی خوبی ختم ہوتی ہے اور وہ پڑھردا ہوتے ہیں لائقِ اعتمانیں رہتے اور یہ عرصہ چند گھنٹوں یا احتیاط کی صورت میں چند دنوں سے زیادہ طویل نہیں ہوتا۔ جب کہ جسی مخالف کی جانب کشش اس سے کہیں زیادہ قوی اور پائیدار ہوتی ہے۔

اس مقام پر ایک میلان لڑکی کہتی ہے کہ۔

”جسی مخالف کی سمت فطری میلان کی رو سے میری خواہش ہے کہ یہ کشش حقیقت کا روپ دھارے۔ کسی کی شریک حیات بن کر ایک جنت نظری گھر بناؤ۔ لیکن جب تک میں پڑھائی میں مصروف ہوں، ‘کھانا پکانا’ سینا پر دو ناکیھ رہی ہوں یا کسی کام میں اپنے والدین کی معاونت کر رہی ہوں تو میں نہیں چاہتی کہ اس عرصہ میں اپنی سوچ کو کسی اور جانب مبذول کروں اور کسی کو خواتینگاری کا جواب دوں۔ دوسرے یہ کہ جب میں شادی کرنا چاہوں گی، ‘اپنی آرزوں کی تکمیل چاہوں گی تو میری خواہش ہوگی کہ اس بارے میں میرے ملی باپ فیصلہ کریں، میرے گھر کے صحن سے میری ڈولی اٹھئے، خاص طور پر میرے باپ کا ہاتھ میرے سر پر ہو، اسی کی اجازت سے سب امور طے پائیں کیونکہ شرعی طور پر وہی میرا سرپرست ہے۔ مجھے کسی صورت گوارا نہیں کہ یہ اہم فیصلہ کوچہ و بازار اور دفتر و دکان میں ہو۔

میں ان نوجوان لڑکوں کو یہ بات سمجھانے کے لئے جن کے جذبات جسی مخالف کو دیکھ کر بھڑک اٹھتے ہیں سادگی اور بغیر کسی تصنیع و بناؤث کے اور دوسروں کو متوجہ کئے بنا راہ چلتی ہوں اور مردوں سے زیادہ لباس و پوشاک سے اپنی پرده پوشی کرتی ہوں تاکہ انہیں جتا دوں کہ اگر مجھے اپنی شریک حیات بنانے کا قصر رکھتے ہو تو

میرے گھر آکے میرے والدین کے سامنے اپنا مدعا بیان کرو۔ اگر وہ راضی ہوں تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ ازدواج میں ملک ہو جائیں اور اگر تقاضہ نہ ہو سکے تو ہم میں سے ہر ایک کسی دوسرے شریکِ زندگی کا انتظار کرے۔ ”

البته جیسا کہ واضح ہے یہ اصول لڑکے اور لڑکی دونوں کو زیب و زینت سے پرہیز کا پیغام دیتا ہے اور لڑکوں سے بھی تاکید کرتا ہے کہ وہ اس حد تک آرائش و زیبائش نہ کریں کہ جسی مخالف کے جذبات میں یہ جان پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جس طرح قرآن کریم مسلمان عورتوں کو عفت و پاکداری کا حکم دیتا ہے اسی طرح مسلمان مردوں کو بھی نظریں جھکائے رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور اپنے بھول سے یوں فرماتا ہے۔

”قُلْ لِلّٰمُوْمُسِيْدِينَ يَعْصُوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فِرْوَجَهُمْ  
ذِلِّيْكَ اَزْكَى لَهُمْ اِنَّ اللّٰمَ خَيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ“

”اور پیغمبر آپ مولیٰ نے اکم و دیجتے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہ زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے نوب بخیر ہے۔“ (سورہ نور ۲۲ آیت ۳۰)

## چوتھا اصول : تاریخ کی تائید

انسانیت کی مدون تاریخ کہتی ہے کہ عورتیں اس دور سے ۲۰۰ برس قبل بھی اپنی پاکیزہ اور سالم فطرت کی صدائ پر لبیک کہتے ہوئے اپنا سرپا مردوں سے زیادہ ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔ اکثر عورتیں امورِ خانہ داری اور بچوں کی پرورش میں معروف رہا کرتی تھیں تاکہ یہ بچے بڑے ہو کر بخوبی سماج کا انتظام و انفرام سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ یہاں تک کہ صنعتی و ثقافتی انقلاب نے جنم لیا اور ایسے سرمایہ دار سامنے آئے جن کے دسیوں کارخانے اور فیکٹریاں تھیں جن میں ہزارہا کارکن و ہنرمندان کے ملازم تھے۔

کارخانہ داروں نے سوچا کہ اگر خواتین کو اپنے کارخانوں میں بطور کارکن بھرتی کریں تو ایک طرف تو یہ مردوں کی نسبت نصف تینواہ پر کام کریں گی اور دوسرے لوگوں کو ان کی

پیداوار کے مصرف و استعمال پر راضی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لیکن عورتوں کو اس راہ پر لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کا حجاب ہے جو ان کی انسانیت اور شریعت کا تقاضا ہے اور جب تک عورتیں اس کی پابندی کرتے ہوئے گھروں میں اپنے بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں مشغول رہیں گی اس وقت تک وہ کارخانہ کارخ نہ کریں گی، نہ ہی گھنٹوں انہیں شور و مزکی زینت بنایا جاسکتا ہے تاکہ اس طرح لوگ ان کے کارخانہ کی مصنوعات، ظروف، کارمنڈس اور دوسری اشیاء کی طرف متوجہ ہوں۔

لہذا وہ سوچنے لگے کہ کس حیلہ بھانے سے عورتوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی فطری و انسانی ہویٹ سے دستبردار ہو جائیں اور اپنے سر سے چادر اتار پھینکیں تاکہ وہ ان کا فکری استھان کریں، ذہنی غلامی میں لیں اور وہ بلاچوں و چراں ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے کارخانے، فیکٹری اور شوروم میں حاضر ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کتابوں، مجلوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اپنی محفاہوں و مذاکروں میں چادر کو سیاہ کفن سے تشبیہ دینا شروع کی۔ بے پرده عورت کو متمدن ہم عربان کو آزاد اور پرده دار عورتوں کو جاہل اور غیر متمدن متعارف کرایا۔

ان کی ان تمام مسموم اور دھوکہ و تزویر پر مبنی تبلیغات کا مقصد اپنے ان اہل ف کا حصول تھا جنہیں ہم نے اپر کی سطور میں بیان کیا۔ حالانکہ یہ مرد خود اپنی عورتوں کی اولاد تھے جو عفت و حجاب کو ملحوظ رکھتی تھیں۔

خدا! ہمیں دولت طلبی اور ہوس پرستی کی بے مهار خواہشات سے بنا میں رکھ۔ کیونکہ اگر یہ کسی پر مسلط ہو جائیں تو وہ اپنی ان ماوں کو بھی خطاکار ٹھہرا تا ہے جن کی طرح طرح کی مشقتوں اور بے خوابیوں کے نتیجہ میں وہ ایک غلیظ قطرہ سے گوشت پوست کے پیکر میں ڈھلا، سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کے قابل ہوا اور آج اپنے فکری انحراف کی بناؤہ ان کی مخالفت پر کمرستہ ہے؛ ان کے طور طریقوں کا مذاق اڑا رہا ہے۔

### پانچواں اصول : تقلید سے پرہیز

ہر انسان کے لئے اپنے بچپنے اور سن بلوغ تک بچپنے سے قبل اپنے والدین اور افرادِ

معاشرہ کے طور طریقوں کی تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیکن سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات و امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غور و فکر، تأمل و تفکر سے کام لے اور اندھی تقلید سے اجتناب برتے۔

اندھی تقلید انسانیت کا انتہائی پست درجہ ہے کیونکہ مقلد شخص اپنی انسانی حیثیت گناہ بیٹھتا ہے۔ اپنے اعمال و افعال کی لگام دوسروں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور خود بے مایا اور تہیست رہتا ہے۔ خداوند عالم ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ۔

”سُوَالَّهِ فَإِنَّهُمْ أَنفُسُهُمْ“

”کیونکہ انسوں نے خدا کو فراموش کیا اس لئے خدا نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔“ (سورہ حشر ۵۵ آیت ۱۹)

مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

”اپنے اپنائے ہوئے استدلال سے بھرپور فکری اور اعتقادی اصولوں کی بنیاد پر میں اپنے اوپر پر دے کی پابندی لازم صحیح ہوں مجھے کسی صورت دوسروں کی تقلید گوارا نہیں۔ میں اپنے فکر و شعور کی عنان دوسروں کے ہاتھ میں نہ دوں گی۔ ہر چند یہ لوگ تعداد میں مجھ سے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ میں نے حضرت علیؓ کا یہ فرمان حرز جاں بنا یا ہوا ہے کہ۔“

”لَا تَسْتَوْ حِشْوَافِي طَرِيقِ الْهُدَى لِقِلَّةِ أَهْلِهِ“

”حق و حقیقت کی راہ طے کرتے ہوئے اپنے ہمراہیوں کی قلت سے وحشت زده نہ ہو۔“

مسلمان عورت اپنے حجاب کی حفاظت کرتے ہوئے دنیا بھر کی بے حجاب عورتوں سے پوچھتی ہے کہ۔

”میں نے پر دے کے سلسلہ میں اپنے اصول و مبانی کو بیان کیا۔ اب تم لوگ جو میری مخالف راہ اختیار کئے ہوئے ہو اپنی اس روشن کے فکری اصول بیان کرو۔“

ہمارے خیال میں ان عورتوں میں شامل وہ خواتین جو کسی حد تک عقل و فہم سے بہرہ در ہیں اور جو اندھی تقلید اور شوت پرستی میں مبتلا نہیں ہیں اور جنہیں اس سوال کو سننے کی فرصت ہے وہ اس کا یہ جواب دیں گی کہ۔

”ہم نے اس راہ (بے پردوگی) کو اختیار کرتے ہوئے غور و فکر اور تحقیق سے کام نہیں لیا۔ ہم نے تو بس اپنی پیشو خواتین کی تقلید کی ہے۔ ہم نے جب سے آنکھ کھوئی ہے، اپنی ماں بہنوں، داوی نالی کو اسی روشن پر گامزنا دیکھا ہے۔ میری ماں نے میرے لئے ایسا ہی لباس پسند کیا، میری بہن نے ایسا ہی لباس مجھے تخفیف میں دیا اور میں نے خود اپنی بچیوں کو یہی لباس پہنایا ہے۔

مقنع و چادر کا رواج میرے ملک میں ہے ہی نہیں۔ کبھی میرے ذہن میں اس کے بارے میں خیال بھی نہیں آیا۔“

کم و بیش یہی وہ جواب ہے جو دنیا بھر کی بے پردوہ عورتیں، پردوہ دار عورت کے سوال کے جواب میں دیتی ہیں۔

درحقیقت انہیں یہ کہنا چاہئے کہ نہ صرف ہم اپنے لباس کے بارے میں تقلید اور بے دلیل پیروی کرتے ہیں بلکہ ہمارے اکثر و بیشتر معاملات اسی طرح ہیں۔ مثال کے طور پر جو تے ہی کو لے لجھے۔ خداوندِ عالم نے انسانی بدن کو ایک خاص جسم و ساخت کے تحت خلق کیا ہے۔ ایک ایک عضو بدن کو اس کے افعال کے لحاظ سے خاص شکل و صورت اور میادی سے بنایا ہے۔ پیر کا پنجہ جسم کا وزن برداشت کرنے اور چلنے پھرنے میں سہولت کو مدد نظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذی شعور اور اندھی تقلید و فیشن سے اجتناب برتنے والی خواتین اپنے لئے جو تے کا انتخاب کرتے وقت جسمانی ساخت اور سہولت کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ لیکن فیشن کی ماری عورتیں غیر معمولی طور پر اونچی ہیل کی جو تیاں پہنتی ہیں جو نہ صرف سہولت سے چلنے پھرنے، قدم اٹھانے میں ان کے لئے مشکل ایجاد کرتی ہیں بلکہ قدرتی جسمانی ساخت کے ساتھ ناموزوں ہونے کی بنا پر ان کے لئے جسمانی عارضوں کا سبب بھی بنتی ہیں۔ ان عورتوں کا یہ عمل محض اندھی تقلید اور فیشن پرستی کا نتیجہ ہے اس میں غور و فکر کو دخل نہیں اور سہولت کو

ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

نہ صرف ان عورتوں بلکہ انصاف پسند اور ذی شعور مردوں کو بھی یہ کہنا چاہئے کہ۔  
”ہم جو خود اپنے ہاتھوں سے (ٹالی کی صورت میں) اپنے گلے کو پھندالگاتے ہیں  
اور اس طرح سانس لینے میں دشواری پیدا کرتے ہیں تو ہمارے اس عمل کی پشت  
پر فہم و شعور کا رفما نہیں بلکہ یہ اندھی تقلید پر مبنی ہے اور ہم جو اپنی داڑھی  
موچھیں موٹنڈتے ہیں تو اس کی حمایت میں بھی تقلید کے سوا ہمارے پاس کوئی  
دلیل نہیں۔“

مسلمان مرد و عورت کیونکہ صرف خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ہر قسم کے اور ہر شکل و  
صورت کے معبدوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ لہذا اجنبی ہاتھوں سے آنے والی ہر  
سوغات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لیتے۔ حقیقی نیکنالوچی اور صنعتی ترقی کا استقبال کرتے ہیں  
لیکن فاشی، عیاشی، ہوا پرستی، بے ہودہ لباس اور نامناسب آرائش و زیبائش کے خلاف ہیں۔  
ہرچند اس روشن کی بنا پر مغرب ہمیں طرح طرح کے مضجع خیز خطاب دے، غیر متمدن اور  
فرسودہ خیالات کا حامل کہے اور اس کے ذرائع ابلاغ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیں لیکن ہمارا  
خدا اوقاف ہے، ہم خود بھی جانتے ہیں اور دنیا بھر کے تمام ذی شعور اور انصاف پسند مردوں زن  
بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان عورت کا موقف عقل و منطق پر مبنی ہے، خدا داد فطرت اور سرشت  
کے عین مطابق ہے جب کہ اس کے مخالف بات مخفی خواہشات کی پیروی اور اندھی تقلید کا  
نتیجہ ہے۔

خداوند عالم حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے صدقے میں ہمیں اپنے فرائض سے  
آشنا اور ان کی انجام دہی کی توفیق عطا فرم۔

